

مقر بان الہی کی سرخروئی

روح کافر گری کے ابتلاء میں

طابع و ناشر

دوست محمد شاہد

ربوہ

مقربان الہی کی سرخروئی

روح کافر گری کے ابتلاء میں

۲۹۷۵۸۷

م - ۷

۲۹۷۵۸۷

م - ۷

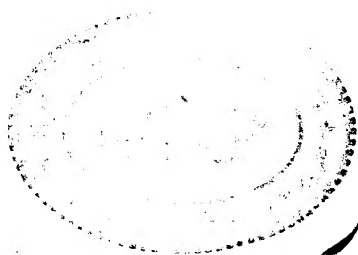


طابع و ناشر

دوست محمد شاہد

ربوہ

عبدالحق صاحب



مُقَرَّبَاتِ اِلهی کی سُرُخوئی

روحِ کافر گری کے استلا میں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
ترپے ہے مُرغِ قریب نہ نما استیائے میں

67452
7/3/51

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ	۷
	پہلی صدی ہجری:	۱۱
۲	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	۱۱
۳	سید الشہداء حضرت امام حسین { علیہ السلام۔	۱۲
۴	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱۳
	دوسری صدی ہجری:	۱۴
۵	حضرت جنید بغدادیؒ	۱۴
۶	حضرت محمد الفقیہؒ	۱۴
۷	حضرت امام ابوحنیفہؒ	۱۵
۸	حضرت امام مالک بن انسؒ	۱۶
۹	حضرت امام شافعیؒ	۱۷
	تیسری صدی ہجری:	۱۷
۱۰	حضرت امام بخاریؒ	۱۷
۱۱	حضرت ذوالنون مصریؒ	۱۸
۱۲	حضرت بہل تہریؒ	۱۸
۱۳	حضرت احمد راوندیؒ	۱۹
۱۴	حضرت ابوسعید خرازیؒ	۱۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵	حضرت امام احمد بن حنبلؒ	۱۹
۱۶	حضرت امام نسائیؒ	۲۰
۱۷	حضرت ابن حبانؒ	۲۱
۱۸	حضرت ابو العباس بن عطاءؒ	۲۱
۱۹	حضرت ابو الحسن النوریؒ	۲۱
	چوتھی صدی ہجری :	۲۲
۲۰	حضرت منصور حلاجؒ	۲۲
۲۱	حضرت شیخ ابو الحسن اشعریؒ	۲۳
۲۲	حضرت ابو بکر شبلیؒ	۲۴
۲۳	حضرت ابو عثمان مغربیؒ	۲۴
	پانچویں صدی ہجری :	۲۴
۲۴	حضرت امام غزالیؒ	۲۴
۲۵	حضرت امام ابن حزمؒ	۲۷
	چھٹی صدی ہجری :	۲۸
۲۶	حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸
۲۷	حضرت فرید الدین عطارؒ	۲۸
۲۸	حضرت علامہ ابن رشدؒ	۲۹
۲۹	حضرت صوفی شعیب بن الحسن المغربيؒ	۳۰
۳۰	حضرت محی الدین ابن عربیؒ	۳۰
۳۱	شیخ الاشراق حضرت شہاب الدین سہروردیؒ	۳۱
	ساتویں صدی ہجری :	۳۲
۳۲	حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ	۳۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳	حضرت شیخ عز الدین عبدالعزیزؒ	۳۲
۳۴	حضرت نظام الدین اولیاءؒ	۳۲
۳۵	حضرت امام ابن تیمیہؒ	۳۲
۳۶	حضرت شمس تبریزؒ	۳۵
۳۷	حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ	۳۵
	آٹھویں صدی ہجری:	۲۵
۳۸	حضرت امام ابن قیمؒ	۳۵
۳۹	حضرت تاج الدین سبکیؒ	۳۶
	نویں صدی ہجری:	۳۶
۴۰	حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ	۳۶
۴۱	حضرت سید محمد جونپوریؒ	۳۶
۴۲	حضرت شیخ علائیؒ	۳۷
	دسویں صدی ہجری:	۳۸
۴۳	حضرت احمد بہاریؒ	۳۸
۴۴	حضرت صوفی بابزید سرحدیؒ	۳۸
	گیارہویں صدی ہجری:	۳۸
۴۵	حضرت مجدد الف ثانیؒ	۳۸
۴۶	حضرت سرمدؒ	۳۹
۴۷	حضرت محمد بن ابراہیم شیرازیؒ	۴۰
	بارہویں صدی ہجری:	۴۰
۴۸	حضرت معصوم علی شاہ میرؒ	۴۰
۴۹	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۴۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۲	حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ	۵۰
۴۲	حضرت محمد بن عبد الوہابؒ	۵۱
۴۳	تیرھویں صدی ہجری:	
۴۳	حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ	۵۲
۴۳	حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ	۵۳
۴۴	حضرت مولوی عبداللہ غزنویؒ	۵۴
۴۴	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ	۵۵
۴۶	خاتمہ کلام	۵۶



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ——— نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

دیسالچہ

خداوند تعالیٰ کے محبوبوں، مقربوں اور مقدسوں کو ہمیشہ امتحان اور ابتلاء میں ڈالاجاتا ہے تاکہ دنیا پر ثابت ہو کہ ہر قسم کے مصائب اور مشکلات کے باوجود وہ اپنے دعویٰ محبت الہی میں کیسے ثابت قدم نکلے اور مصائب کے زلزلے اور حوادث کی آندھیاں اور قوموں کا ہنسی ٹھٹھا کرنا اور دنیا کی ان سے سخت کراہت اُن کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش پیدا نہ کر سکی۔

صادق آں باشد کہ ایام بلا
مے گزارد با محبت با وف

چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں اُن کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کر کے اُن کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلاء اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ اُنکو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحہ عالم سے اُن کا نام و نشان مٹا دیوے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزوجل اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے پیٹے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیر تبر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اسلئے نازل ہوتا ہے کہ تا اُس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچاوے اور الہی معارف کے باریک دقیقے اُن کو سکھاوے یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ

اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے زبور میں حضرت داؤد کی
ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سُنّت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش
کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تصرّعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن
مشرّیف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسلؐ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتلاات
اسی قانونِ قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء
اور اولیاء اُن مدارجِ عالمیہ کو ہرگز نہ پاسکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے اُنہوں نے
پالئے۔ ابتلاء نے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت
پر مہر لگادی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا
استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آندھیاں
چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور
وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور
اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربانی مددوں نے بھی جن کا اُن کو بڑا بھروسہ
تھا کچھ مدت تک مٹ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو بہ بیکارگی کچھ
ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا اُنہیں تنگی و تکلیف میں
چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مور و غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ
گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور انکے ابتلاؤں
کا سلسلہ بہت طویل کھینچ گیا ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے
پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدت
و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں اُن پر ہوئیں پر وہ اپنے
پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور مست اور دل شکستہ نہ ہوئے
بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار اُن پر پڑتا گیا اتنا ہی اُنہوں نے آگے قدم بڑھایا
اور جس قدر وہ توڑے گئے اُسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر اُنہیں
مشکلاتِ راہ کا خوف دلایا گیا اُسی قدر اُن کی ہمت بلند اور اُن کی شجاعت

ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ اُن تمام امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت اور حرمت کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حجاب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوتِ ایمانی اُن آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اُس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں بالخصوص اُن محبوبانِ الہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ اُن کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نالود کر دیوے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودہ پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اُس کے برگ اور بار میں برکت ہو پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیلِ روحانی کے لئے ابتلاء کا اُن پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔

(سبز اشتہار صفحہ ۱۴۲)

حضرت اقدس علیہ السلام نے ابتلاء کے اس فلسفہ پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے نہایت لطیف اور عارفانہ رنگ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-
 ”لاکھوں مقلد سوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکاتِ الہی

دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے جو جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام اُن کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات اُن کے مومنہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکل اُن کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین اُن کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے اُن کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر اُن کے وجودوں کو ہاؤن مصائب میں پسیا جائے اور سخت شکنجوں میں دسے کر پھنسا جائے تو اُن کا عرق بجز محبت الہی کے اور کچھ نہیں۔ دُنیا اُن سے ناواقف اور وہ دُنیا سے دُور تر و بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات اُن سے خارقِ عادت ہیں انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ اُن کی سُنتا ہے جب وہ پکارتے ہیں تو وہ اُن کو جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُنکی طرف دوڑتا ہے۔ وہ ہاتھوں سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے اور اُن کی درودیلوار پرہیزگیتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اُس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر ایک میانی میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کے اور وہ اُن کا ہے۔

{ سُرْمِ چشمِ آریہ حاشیہ ص ۲۳۷ بار سوم }
{ تصنیف حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ }

کافر گری کی ذہنیت اور صلحائے امت | خدائے حکیم و خیر عز اسمہ وجل شانہ نے امتِ مسلمہ کے صلحاء، اولیاء، ابدال، اقطاب اور محدثین و مجددین کے امتحان کا یہ پُر حکمت انتظام جاری فرمایا کہ اُن کی آزمائش کے لئے ابتداءً اسلام ہی سے ایک طبقہ میں کافر گری کی ذہنیت پیدا کر دی۔ اس ذہنیت نے ابتداءً اسلام سے آج تک خدا کا کوئی مقرب بندہ اور کوئی محبوب درگاہ الہی ایسا نہیں چھوڑا

جس پر کافر سزا سی کے تیر نہ چلائے گئے ہوں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

نرپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

روحِ تکفیر نے اسلام کی بہت سی بلند پایہ اور بایہ ناز شخصیتوں اور برگزیدہ ہستیوں کا خون بہایا متعدد ممتاز اور نامور اسلامی مفکر، مفسر، محدث، مجدد، متکلم، حکماء اور اصفیاء اس ناپاک روح کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوئے اور کئی ایسے خلائق وجود جو اپنے زمانہ میں روشنی کا مینار، اسوۂ محمدی کی تصویر اور اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ کافروں، ملحوظوں، زندلیقوں اور مرتدوں کے زمرہ میں نہایت بے دردی سے شامل کر دیئے گئے۔

روحِ کافر گری کا پیدا کردہ یہ امتحان نہایت کٹھن، صبر آزما، زہرہ گدا ز اور روح و قلب کو نرپا دینے والا امتحان تھا مگر خدا کے پیار سے اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ عشاق کس طرح اپنے اخلاص میں اول درجہ کے ثابت قدم نکلے اور نہایت بشارت استقلال اور مسکراتے ہوئے چہروں سے اس امتحان میں کامیاب و کامران ہوئے اور پھر خدا تعالیٰ کی نصرتوں اور قبولیتوں نے ان کے سروں پر فتح و ظفر کے تاج پہنا دیئے اور ان کے پیش کردہ عقائد و نظریات کو قبول عام کی سند عطا فرمائی؟

یہ ہے تاریخ اسلام کا بظاہر دردناک مگر نہایت ایمان افروز پہلو جس پر آئندہ اوراق میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

پہلی صدی ہجری

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (ولادت ۳۳ھ قبل ہجرت - وفات ۶۸ھ ہجری) پہلی صدی ہجری کے ممتاز اور متبحر عالم ربانی اور نہایت جلیل القدر صحابی تھے جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ترجمان القرآن" کا قابل فخر خطاب عطا فرمایا (الاستیعاب فی معرفت الاصحاب جلد ۳ ص ۳۸)

اسلامی لٹریچر سے ثابت ہے کہ آپ بھی اپنی زندگی میں کافر گری کی ذہنیت کا شکار ہوئے

مگر آپ صبر و رضا اور توکل و استقلال کے روحانی مدارج میں بڑھتے چلے گئے اور عشقِ الہی کی اُس شمع کو ہمیشہ فروزاں رکھا جو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے قلبِ مطہر میں روشن کر دی تھی جیسا کہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بعض صحابہ کافر کہا کرتے تھے۔ (ہفت روزہ خورشید سخیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۶ کالم ۲)

(۲) سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام (ولادت ۶۲۵ھ وفات ۶۱ھ) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور حضرت فاطمہ الزہراء کے جگر گوشہ تھے جنہیں حضور کی زبان فیضِ نرجمان سے اہل جنت کا سردار قرار دیا گیا۔ آپ اہل بیت نبویؑ کے پہلے و خشنودہ گوہر ہیں جنہیں (مع دیگر افرادِ خاندان کے) کافر گری کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش کرنا پڑا چنانچہ افضل الاعمال فی جواب نتائج الاعمال ص ۲۲ میں لکھا ہے :-

”یزید پلید نے بوجہ حضرت امام حسین کے انکارِ اطاعت کے علماء سے قتل کا فتویٰ طلب کیا علماء نے اس جھگڑے کے علماء کی طرح شقاوتِ ازلی اور طمعِ نفسانی سے قتل کا فتویٰ دیا تو بموجب فتویٰ علماء کے یزید پلید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو روحِ آل و اولاد بھوکا پیاسا و شربتِ کربلا میں شہید کر دیا۔“

آقائی حاجی مرزا حسن صاحب اپنی کتاب جو اہر الکلام میں لکھتے ہیں :-

”حضرت علیؑ پر غارِ جیوں نے کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا لیکن حضرت سید الشہداء کو یہ شرف حاصل ہے کہ اُن کے قتل کے محضر پر دربارِ بنی اُمیہ کے ایک سو قاضیوں اور مفتیوں کی ٹہریں لگی تھیں اور سر فرست قاضی شریح کا نام تھا۔“

کہتے ہیں کہ بصرے کے گورنر ابن زیاد نے قاضی شریح کو دربار میں طلب کیا اور اُس سے کہا کہ آپ حسینؑ ابن علیؑ کے قتل کا فتویٰ صادر کریں قاضی شریح نے انکار کیا اور اپنا قلمدان اپنے سر پر دے مارا۔۔۔ اور اُٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو ابن زیاد نے چند قتیلیاں زر کی اس کے لئے بھیج دیں صبح ہوئی شریح ابن زیاد کے پاس آیا تو ابن زیاد نے پھر وہی گفتگو شروع کی قاضی شریح نے کہا کہ کل رات میں نے قتلِ حسین پر بہت غور کیا اور اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ

اُن کا قتل کر دینا واجب ہے چونکہ اُنہوں نے خلیفہ وقت پر خروج کیا ہے
لہذا بر بنائے دفع مفسدہ و خارجی یہ لازم ہے — پھر قلم اُٹھایا اور فرزند
رسول کے قتل کا فتویٰ اس مضمون کا لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

” — میرے نزدیک ثابت ہو گیا ہے کہ حسین ابن علی دین رسول سے خارج ہو
گیا ہے لہذا وہ واجب القتل ہے۔“

(ص ۸۸ مطبوعہ ۱۳۶۲ھ مطبع علمی تبریز۔ ایران)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

” حسین رضی اللہ عنہ ظاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے
جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور
بلاشبہ وہ سردارِ ان بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب
سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبتِ الہی اور صبر اور استقامت اور
زہد اور عبادت ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے
اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اُس کا دشمن ہے اور
کامیاب ہو گیا وہ دل جو علی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان
اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الہی کے تمام نقوش
الغکاسی طور پر پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف
آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔
کون جانتا ہے ان کا قدر؟ مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ اُن کو
شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وہ حسین رضی اللہ عنہ
کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دُنیا نے کس پاک اور برگزیدہ
سے اُس کے زمانہ میں محبت کی؟ تا حسینؑ سے بھی محبت کی باقی۔“

(بدار ۳ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۸)

(۳) اسد اللہ الخالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شہادت سنہ ہجری)
 حضرت علیؑ کو خوارج نے اُس موقع پر واضح لفظوں میں کافر قرار دیا جبکہ آپ نے انہماک
 سے حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کو معرکہ صفین کے دوران بطور حکم منتخب فرمایا۔
 چنانچہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "اِنَّ الْخَوَارِجَ مُتَفَقُّوْنَ عَلٰی کُفْرِهِ" (منہاج السنۃ
 النبویہ جلد ۳ ص ۳ طبع اول مصری) انہی خوارج کے ہاتھوں آپ نے جام شہادت نوش
 فرمایا۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
 خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

دوسری صدی ہجری

(۱) حضرت جنید بغدادیؒ (وفات سنہ ہجری)
 حضرت جنید بغدادیؒ جو "سید الطائفہ" کے نام سے مشہور ہیں اور اپنے زمانہ میں ولی
 کامل تھے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں فقہ تکفیر کے مصائب و آلام سے دوچار ہوئے۔ چنانچہ
 ایوان قیامت والجاہر جلد اول ص ۱۱ مصری میں صاف لکھا ہے:-

"وَشَهِدُوا عَلٰی الْجَنَیْدِ بِالْکُفْرِ مَرَّارًا" مگر تکفیر کا یہ حملہ انہیں
 تقویٰ شعاری اور فداکاری کی باریک راہوں سے نہ ہٹا سکا یہاں تک کہ آپ فوت
 ہو کر حق تعالیٰ کی آغوش رحمت میں جاگزیں ہوئے۔ (نظم الدرر فی سلك السیر
 مولفہ ملا صفی اللہ صاحب مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ)

(۲) حضرت محمد الفقیہؒ (وفات قبل ۱۹۳ھ)

معجم المؤلفین (مولفہ عمر رضا کمالہ مطبع الترقی بدمشق) میں لکھا ہے:-

"محمد بن اللیث و یعرف بالفقہ (ابو الربیع) ادیب،
 کاتب، خطیب، متکلم، فقیہ، کانت البرامکة تقدمه وتحسن
 الیه وکان یُرفی بالزندقۃ" (جلد ۱ ص ۱۶۷)

یعنی: ابوالربیع محمد بن الیث الفقیہ، ادیب، کاتب، خطیب، متکلم اور فقیہ بزرگ تھے
برائے ان کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ آپ پر بھی زندگی ہونے کا الزام لگایا گیا۔

(۳) حضرت امام ابو حنیفہؒ (ولادت ۸۰ھ ہجری وفات ۱۵۰ھ ہجری)

آپ فقہ حنیفیہ کے بانی اور بے مثال فقیہ تھے۔ آج دنیا بھر میں مسیحیہ زیادہ تعداد آپ ہی کا
مسک رکھنے والے مسلمانوں کی ہے جس سے آپ کی عظمت مرتبت اور جلالت شان کا پتہ لگتا ہے۔
مولانا ابوالکلام صاحب آزاد بحوالہ کتاب مجالس المؤمنین ص ۲۸۱ رقمطراز ہیں:-

”اِس نامہ ہست منصور و انیقی افتاد بر ابو حنیفہؒ متعیر شدہ و اورا ایذا داد کہ
سبب وفاتِ وے گشت۔ ترجمہ یعنی یہ خط منصور و انیقی کے ہاتھ پڑ گیا اور ابو حنیفہ
پر وہ خفا ہو گیا اور ان کو ایسی تکلیف دی کہ جو اُن کی وفات کی باعث ہوئی۔ دُنیا
کو یہ معلوم کر کے نہایت بالوسی ہو گی جب وہ سُنین گے کہ اس مُحب اہل بیت کا اجر
امام موصوف کو کیا ملا۔ قاضی نور اللہ شومسری فرماتے ہیں: شاہ اسماعیل قبر ابو حنیفہ
کو فی را کہ در بغداد بود کثرت عظام اُور البسخت و سگے را بجائے اُودفن نمود و اُن
موضع را منزلۂ اہل بغداد ساخت۔ ترجمہ۔ یعنی شاہ اسماعیل نے ابو حنیفہ کو فی کی قبر
کو جو کہ بغداد میں تھی اُکھاڑا اور اس کی ہڈیوں کو جلایا اور ایک گُتے کو اس کی جگہ
دفن کیا گیا اور اس جگہ کو اہل بغداد کا پاخانہ بنایا گیا۔ مولوی ابوالقاسم صاحب
بنارس نے ایک کتاب موسومہ الجرح علی ابی حنیفہ شائع کی ہے۔ اِس کتاب
مے بعض عبارات کو باطلیل و ہابیہ میں نقل کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔ ابو حنیفہ
مُرجیہ و جہنیہ زندگی تھے اور مُرجیہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہذا حنفی بھی اسلام
سے خارج ہیں (رسالہ مذکور ص ۱) ابو حنیفہ نے شرک کی جرّ قائم کی لہذا وہ مُشرک
ٹھہرے (ص ۱) ابو حنیفہ شیطان کا سینگ تھا (ص ۱) ابو حنیفہ کا طریق صریح خلاف
قرآن ہے ص ۱ ابو حنیفہ باغی تھا بغاوت ہی میں مر گیا ص ۱ ابو حنیفہ کی تاریخ
ولادت ”سگ“ ہے ص ۱ ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی مسلمانوں میں رذیل اور منحوس
نہیں گزرا ص ۱

مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قید میں رکھا گیا اور آخری تدبیر کی گئی کہ آپ کو بے خبری میں زہر دی گئی۔ اور جب آپ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور اسی حالت میں قضا کی۔

{ سیرۃ النعمان مصنفہ شبلی مرحوم ص ۶۳ تاریخ الخلافہ ص ۱۴۱
بحوالہ تطہیر الاولیاء مع ملحوظات اولیاء ص ۱۴۱
مصنفہ میر مدثر شاہ گیلانی پشاور }

نواب محسن الملک اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :-

”امام ابو حنیفہ کی نسبت وہ باتیں لوگوں نے کیں کہ اُن کا نقل کرنا بھی بے ادبی ہے بعضوں نے اُن کو جاہل ٹھہرایا بعضوں نے بدعتی بنایا بعضوں نے کفر کی نسبت کی یہ سب (۴) حضرت امام مالک بن انسؒ (ولادت ۹۳ھ ہجری وفات ۱۷۹ھ ہجری) مدینۃ الرسولؐ کے عظیم محدث و عالم تھے۔ زہد میں یکتا، حبِ رسولؐ میں فردا اور سنتِ نبویؐ پر عمل کرنے میں بے مثال۔ حدیث کی مشہور کتاب مؤطا آپ کی ہی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ آپ کا مسلک اُندلس اور ساحلی مقامات میں خوب پھیلا پھولا۔ آپ کی سوانح حیات میں لکھا ہے :-

”... جعفر نے مدینہ پہنچ کر نئے سرے سے لوگوں سے بیعت لی۔ امام مالک کو کہلا بھیجا کہ اسے مطلقاً جبری (مکروہ) کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دیں کہ لوگوں کو بیعت جبری کی بے اعتباری و عدم صحت کے لئے سفد ہاتھ آئے۔ امام سے ترکِ حتی کی توقع کس قدر بے جا خواہش تھی۔ امام صاحب بدستور معاملہ جبری کے عدم صحت کا فتویٰ دیتے رہے۔ سلیمان نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اُن کو ستر کوڑے مارے جائیں امام دارالہجرت کو محکمہ امارت میں گنہگاروں کی طرح لایا گیا کپڑے اتارے گئے اور شاہانہ امامت پر دستِ ظلم نے ستر کوڑے پورے کئے۔ تمام پیٹھ خون آلود ہو گئی۔ دو ہاتھ مونڈھے سے اتر گئے۔ اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو حکم دیا کہ اُونٹ پر بٹھا کر شہر میں انکی

تشریح کی جائے۔ امام صاحب بایں حال زار بازاروں اور گلیوں سے گزر رہے تھے اور زبانِ صداقت نشانِ باواز بلند کہہ رہی تھی جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں فتویٰ دیتا ہوں کہ طلاقِ جبری درست نہیں۔ اس کے بعد اسی طرح خون آلود کپڑوں کے ساتھ مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں سے فرمایا کہ سعید ابن المسیب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انہوں نے بھی مسجد میں آکر نماز پڑھی تھی۔ یہ تعزیر گو تھخیر کے لئے تھی لیکن اس نے امام کی عزت و وقار کے پایہ کو اُور بلند کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۷ ہجری کا ہے۔

{ سیرت ائمہ اربعہ مرتبہ مولانا سید رئیس احمد صاحب جعفری ص ۲۹۳، ۲۹۴ }
 طبع اول ۱۹۵۵ء کشمیری بازار لاہور

(۵) حضرت امام شافعیؒ (ولادت ۱۵۰ ہجری وفات ۲۰۴ ہجری)
 آپ فخرِ حدیث میں یکتا اور فقہ میں یگانہ تھے۔ آپ کی "کتاب الامم" اپنی مثال آپ ہے۔ ایک عرصہ تک مصر کا سرکاری مذہب شافعی رہا۔ رُوحِ کافر گری کے نتیجے میں آپ پر مصیبتوں اور تکلیفوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن آپ صبر و رضا کے پیکر بنے رہے اور کوہِ وقار کی طرح اپنے مسلک پر قائم رہے۔ سلوک کی راہ میں ہزار دُکھ سہے لیکن پیشانی پر شکن نہیں آئی۔ لکھا ہے:-

"ان کو اضطر من ابلیس کہا (گیا) رفض کی طرف نسبت کر کے قید کیا اور ان کے مرنے کی دعائیں کیں علماء عراق و مصر نے ایسی تہمتیں لگائیں کہ یمن سے دارالسلام (بغداد) تک بے حرمتی و بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے۔ ہزاروں آدمی ملامت اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ ان میں سر جھکائے ہوئے تھے۔" (حزب تکفیر صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۶ مارچ ۱۹۳۳ء)

تیسری صدی ہجری

(۱) حضرت امام بخاریؒ (ولادت ۱۹۵ ہجری وفات ۲۵۶ ہجری)

آپ محدثین عظام میں سے تھے۔ آپ ہی نے صحیح بخاری تالیف فرمائی جسے اصحُ
 الکتُب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے۔ بایں علم و فضل آپ جلاوطن کئے گئے اور آپ
 پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگایا گیا جیسا کہ علامہ دہر المعتمد باللہ صغی اللہ فرماتے ہیں:-
 "اور از بخارا بیرون ساختہ بخر تنگ جلاوطن کر دند باز خرننگ برو تنگ
 کر دند دسہ ہزار گمراہان شاہدان زندقہ باومی گردیدند و شاہی می دادند کہ
 اوز زندیق است چونکہ بسیار بتنگ آمد از جناب حق تعالی سائل گردید کہ ای
 بار خدایا این بندگان گمراہان بر زمین مارا جائی نہ می دهند و تو خالق ہمہ جهان و
 مالک ہر مکان ہستی مارا در جوار قرب خود جائی بدہ دعائش مستجاب گشت
 رُوح اُورا قبض کر دند و بجوار ملک اعلیٰ بروند"

{ نظم اللہ ربی سلک السیرۃ ۱۶۶ مؤلفہ علامہ دہر
 فہامہ عصر المعتمد باللہ صغی اللہ مطبع فاروقی دہلی
 ۱۲۹۵ھ }

(۲) حضرت ذوالنون مصریؒ (وفات ۲۳۵ھ ہجری)

آپ کا شمار اپنے وقت کے ممتاز اولیاء اور محبوبان الہی میں سے ہوتا ہے۔ آپ کو
 بھی رُوح کافر گری نے زندیقوں میں شامل کر دیا چنانچہ حضرت عبدالوہاب شمرانیؒ فرماتے
 ہیں:-

"وشیعوا ذالنون المصری من مصر الی بغداد مقیدا
 مغلولا وسافر معہ اہل مصر یشہدون علیہ بالزندقۃ
 (البواقیت والجواہر جلد اول ص ۱۶)

(۳) حضرت سہل تستریؒ (ولادت ۲۰۳ھ ہجری وفات ۲۸۳ھ ہجری)

آپ اپنے زمانہ کے اکابر بزرگوں میں سے تھے مگر کافر سازی کی ذہنیت نے آپ کو بھی
 کافروں کے زمرے میں شامل کر دیا چنانچہ البواقیت والجواہر جلد اول ص ۱۶ (مصری) میں
 ہے:-

” واخرجوا سهل بن عبد الله التستري من بلدة الى
البصرة ونسبوه الى قبائح وكفروه مع امامته وجلالته“

(۴) حضرت احمد راوندیؒ (ولادت ۲۰۵ ہجری وفات ۲۹۸ ہجری)
علامہ عمر رضا کاظمی لکھتے ہیں:-

” احمد بن يحيى بن اسحاق البغدادى المعروف بالراوندى
(ابو الحسين) عالم متكلم وُصف بالاحاد والكفر والزندقه“
(معجم المؤلفين جلد اول ص ۲۸)

حضرت احمد بن يحيى بن اسحاق بغدادى المعروف راوندى (ابو الحسين) عالم متكلم
تھے۔ آپ پر الحاد، کفر اور زندقہ کا الزام لگایا گیا۔

(۵) حضرت ابو سعید خراسانیؒ (وفات ۲۸۵ ہجری)

حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ طریقت میں
مجتہد تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے بقاء و فنا کی کیفیت کی بابت بیان کیا اور اپنے طریقے
کو عبارت میں لکھا۔ آپ کی کتاب ”کتاب التمر“ نہایت دقیق و روحانی مباحث پر مشتمل تھی
جس کے معنی علماء ظواہر سمجھنے سے قاصر رہے اور آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

{ تذكرة الاولياء باب
الضوايق والجواهر جلد اول ص ۱۲ }

(۶) حضرت امام احمد بن حنبلؒ (ولادت ۱۶۲ ہجری وفات ۲۴۱ ہجری)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا علمی مقام قیسری صدی کے علمائے ربانی میں نہایت بلند
ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک آپ حدیث، فقہ، لغت، قرآن، فقر، زہد، درع اور
سنت میں امام تھے۔ (طبقات الجناب للابن ابی لیلیٰ)

اس امام ہمام کی آزمائش بھی تکفیر کے ابتلاء سے کی گئی مگر آپ اس امتحان میں پوری
طرح کامیاب نکلے اور حتی و صداقت کی آواز اپنی زندگی کے آخری سانس تک بلند کرتے
رہے۔

سپناچ مولانا سید رئیس احمد صاحب جعفری لکھتے ہیں:-

”دین نبوی کا قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلب گار تھا۔ وہ صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی جس کو سلطانِ عہد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے نہ تو بادشاہوں کے سامنے سر جھکایا اور نہ دُنیا کے طلبگار علماء کی جانب التفات فرمایا بلکہ خالص دین کے قیام کے راستے میں اپنے وجود کو قربان کر دینے اور تمام خلفِ اُمت کے لئے ثبات و استقامت علی السنتہ والحق کا راستہ کھول دینے کے لئے حسبِ الحکم فاصبر کما صبرا ولو العزم من الرسل اُٹھ کھڑے ہوئے مقابلہ کیا۔ وہ قید ہوئے۔ چار چار بوجھل بیڑیاں پہنائی گئیں۔ پس لیں۔ اسی حالت سے بغداد سے طرس لے جائے گئے۔ بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہلنا دشوار تھا عینِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بھوکے پیاسے روزہ دار کو تپتی ہوئی دھوپ میں بٹھایا گیا اور اس مقدس پیٹھ پر جو علوم و معارفِ نبوۃ کی حامل تھی پوری قوت سے کوڑے مارے گئے۔ ہر جلا و پوری قوت سے کوڑے لگا کر جب تھک جاتا تھا تو تازہ دم جلا دیا کر پیٹنے لگتا۔ تازیانے کی ہر ضرب پر جو صدا زبان سے نکلتی تھی وہ یہ تو جزع و فزع کی تھی نہ شور و فغاں کی بلکہ وہی صدا تھی جس کی بدولت یہ سب کچھ ہو رہا تھا یعنی القرآن کلام اللہ غیر مخلوقِ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں مجھے اس قدر مارا گیا کہ جسم خون سے رنگین ہو گیا اور میں بہوش ہو گیا“

(سیرۃ النبیؐ اربعہ مرتبہ سید رئیس احمد جعفری ص ۶۱۳ تا ۶۱۵)

(۷) حضرت امام نسائیؒ (ولادت ۲۱۵ ہجری وفات ۳۰۳ ہجری)

تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ محدث اور سننِ نسائی کے مؤلف۔ حضرت امام نسائیؒ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کئے تو غالیوں نے نہ صرف مارا بلکہ ان پر تشیع کا الزام بھی لگایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع

کر دیا۔ (بستان المحققین بحوالہ مؤلفین صحاح ستہ ص ۶۷ ناشر ادارہ علوم
عصریہ لاٹل پور)

(۸) حضرت ابن حنّان رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۹۷ ہجری)
حضرت ابن حنّان عالم ربّانی بھی زندیق قرار دیئے گئے۔

(ہفت روزہ خورشید سندیہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء)

(۹) حضرت ابوالعباس بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۳۰۹ ہجری)

یہ بزرگ بھی رُوح کافر گری کی سفاکیوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور زندیق اور کافر قرار
پائے۔ (خورشید سندیہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۷)

(۱۰) حضرت ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۹۵ ہجری)

نہایت پاک باطن، صوفی، مجتہد طریقت اور شنب بیداز عابد و زاہد جنہیں قمر الصوفیاء کہا
جاتا تھا۔

غلام الخلیل نے آپ کی نسبت نیز بعض دوسرے صوفیاء مثلاً حضرت ابوحجرہؒ۔ رقامؒ۔
شبلیؒ اور خنسیدؒ کی نسبت بادشاہ وقت کو مخبری کی کہ یہ سب لوگ بے دین ہیں اور اگر انکو
تہ تیغ نہ کیا گیا تو ملک میں بے دینی اور الحاد پھیل جائے گا جس پر بادشاہ نے سب کو قتل
کرنے کا حکم دے دیا۔ جلا وطنے تلوار سونت کر حضرت رقامؒ کو قتل کرنا چاہا تو حضرت ابوالحسن
النوری رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور کہا کہ پہلے مجھے قتل کرو نیز فرمایا میرا طریقہ ایثار پر مبنی
ہے اور سب سے عزیز چیز زندگی ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ چند سانس بھی اپنے اس بھائی
کے عوض خرچ کر دوں کیونکہ میرے نزدیک زندگی کا ایک دم بھی آخرت کے ہزار سال سے
بہتر ہے۔ بادشاہ وقت آپ کا انصاف اور قدم صدق دیکھ کر حیران رہ گیا اور قاضی کو حکم
دیا کہ ان کے بارے میں غور کرو۔ اس پر قاضی وقت نے ان بزرگوں کی پُر معرفت گفتگو سنی
اور بادشاہ وقت سے کہا کہ اگر یہ ملحد و بے دین ہیں تو پھر روئے زمین پر کوئی مؤحد نہیں۔ اس پر
بادشاہ وقت نے ان کو نہایت اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

(تذکرۃ الاولیاء باب ۱۲ در ذکر ابوالحسن النوریؒ)

چوتھی صدی ہجری

(۱) حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۱۲ ہجری، شہادت ۳۰۹ ہجری) خیر القرون کے بزرگانِ اُمت کی تقویٰ، شجاعت، صبر و رضاء، توکل و استقلال اور راہِ حق میں فداکاریوں اور جاں نثاریوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اب ہم فیچ اعوج کے عبدِ مظلم کے اُن اولیاء و اصفیاء کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں جنہوں نے کافر سازی کی ذہنیت کے اٹھائے ہوئے مہیب سیلاب کے دورانِ حق و صداقت کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا اور عشقِ الہی اور عقیدتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت سینہ بسینہ اگلی نسلوں میں منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام ہمارے سامنے حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا آتا ہے جو صاحبِ کرامات بزرگ اور خدا تعالیٰ کے سچے عاشق اور صوفیءِ کامل اور درجہٴ فناثیت تک پہنچے ہوئے تھے اور جوشِ وحدت اور حالتِ جذب میں مسئلہ وحدت الوجود کو مانتے اور اَنَا الْحَقِّ کا مجذوبانہ اور مجذوبانہ لعرہ بلند کرتے تھے۔ زہد و ورع کی یہی منزل تھی جس پر کافرِ مذہنیت ایک بار پھر پوری قوت سے جوش میں آئی اور اُس نے نہ صرف راہِ خدا کے اس سائیک کو "کتاب و سنت کی رو سے" کافر و زندیق بنا ڈالا بلکہ سالہا سال تک قید خانہ کی صعوبتوں میں مبتلا کرنے کے بعد بالآخر بغداد کے بادشاہ مقتدر کے شکم سے تختہٴ ادب پر لٹکا کر دم لیا۔ (قاموس المشاہیر جلد ۲ ص ۳۳، مؤلفہ نظامی بدایونی مطبوعہ نظامی پریس بدایونی ۱۹۲۶ء) مولانا ربیع احمد صاحبِ جعفری تحریر فرماتے ہیں:-

"۳۹۶ ہجری میں ابن داؤد الاصفہانی الظاہری کے فتوے کی بناء پر پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے..... ۳۹۷ ہجری میں دوسری مرتبہ ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور آٹھ سال تک مسلسل اسیر زنداں رہے..... ۳۹۹ ہجری میں ان کے مقدمہ کا آخری فیصلہ ہوا اور فیصلہ کیا گیا کہ ۸ روزی قعدہ کو ان کی زندگی ختم کر دی جائے گی اس طرح کہ انہیں کوڑے مارے جائیں، ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے

جائیں۔ اُن کا سر تن سے جُدا کر دیا جائے۔ ان کے اعضاء آگ میں جھلسائے جائیں اور اس کے بعد انہیں دجلہ کے پانی میں بہا دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کو کوئی نہ روک سکا۔

حلاج کی جان اس جرم میں لی گئی کہ وہ اَنَا الْحَقُّ کا نعرہ لگاتے رہے تھے۔ اس قول سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ وہ اَتَّخَذَ ذَاتِ الْاِلٰہِی کے قائل تھے یعنی اپنی ذات کو ذاتِ الہی میں گم کر کے ذاتِ الہی کا جزو بن گئے تھے۔

{ کتاب "الوارِ اولیاء" صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲ زیر عنوان "حسین منصور حلاج" }
{ وزیرِ عنوان "کیا منصور کافر تھے؟" مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور }

(۲) حضرت امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۳۲۴ ہجری) معتزلہ کی عقلیت اور سطحی فلسفیت کی سطوت و شوکت کو خاک میں ملانے کی اولین سعادت جس عظیم شخصیت کے حصہ میں آئی وہ حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مجتہدِ فہم اور علمِ کلام کے بانی ہونے کے علاوہ عبادت و تقویٰ، اخلاقِ فاضلہ اور رُوحانیت میں بھی درجہِ امامت و اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ حق تعالیٰ نے مذہبِ اسلام کی تبلیغ، احقاق اور حمایت کے لئے انہیں بے پناہ جذبہ عطا فرمایا تھا۔ معاصرین اُن کی فصاحت و بلاغت، حُسنِ تقریر اور قوتِ تحریر کی وجہ سے انہیں "لسانِ الاُمت" کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ علامہ ابوالفتح اسفرائینی کا پایہ علم کلام و اصولِ فقہ میں مُسلم ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابوالحسن اشعریؒ کے شاگرد شیخ ابوالحسن باہلی کے سامنے ایسا تھا جیسے سمندر کے اندر قطرہ۔

"تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ اول ص ۸۶ تا ۹۱
{ از مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی، مطبع معارفِ اعظم گڑھ }
۱۳۷۵ھ
۱۹۵۵ء

رُوحِ کافر گریٰ اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کو بھی معاف نہیں کیا اور آپ کو مُلحد اور کافر تک کہہ دیا گیا۔

(ہفت روزہ "خورشید" سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ کالم ۳)

(۳) حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۶۷ ہجری، وفات ۳۶۲ ہجری)
 حضرت ابو بکر شبلی اہل تصوف کے امام اور علوم طریقت میں یگانہ اور لاثانی تھے۔
 ریاضات اور کرامات کے باب میں آپ شرعاً آفاق شخصیت تھے۔ آپ کو جاہلوں اور عوام
 سے سخت اذیتیں پہنچیں۔ آپ پر کئی مرتبہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا چنانچہ لکھا ہے :-
 ”وَشَهِدُوا عَلَيَّ الشَّيْبِلِيُّ بِالْكُفْرِ مَرَّارًا“

(الیواقیت الجواہر جلد اول ص ۱۵۱)

(۴) حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳۰۲ ہجری، وفات ۳۷۳ ہجری)
 آپ ارباب طریقت کے بزرگ، اصحاب ریاضت کے برگزیدہ، ذکر و فکر میں فانی
 اور علوم تصوف میں ماہر اور صاحب تصنیف تھے۔ آپ کی نسبت بھی لکھا ہے :-
 ”ابو عثمان مغربی کہ لعلم و بزرگی نظیر خود نداشت از مکہ اور اسیرون نموده و
 بہ تہمت مطعون کردہ بودند“

”نظم المدد ر در فی سبک السیر“ ۱۶۸
 مؤلف علامہ دہر و قہامہ عصر المعتم بالہد ملا صفی اللہ صاحب
 { مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ }

پانچویں صدی ہجری

(۱) حجت الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۵۰ ہجری، وفات ۵۰۵ ہجری)
 آپ کی شخصیت اسلامی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ ”احیاء العلوم“، ”کیمیائے سعادت“
 اور دیگر بے شمار علمی تصانیف آپ کی یادگار اور اُمتِ مسلمہ کے لئے سرمایہٴ افتخار ہیں۔
 جہاں تک رُوحِ کافر گری کا تعلق ہے آپ بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکے۔ مولانا
 رئیس احمد جعفری کے الفاظ میں یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ :-

”بہت سے فقہاء اور اصحابِ ظواہر اور اربابِ کلام تھے جو اُن سے نفرت
 کرتے تھے۔ اُن کا عناد اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ اُن کی مخالفت کو

سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ اُن پر طنز و تعریض کرتے تھے اور اُن کی تعلیمات پر شکوک و شبہات وارو کرتے تھے۔ (”انوارِ اولیاء“ ص ۱۹۸)

آپ نے ”منقول“ نامی کتاب فقہ میں تصنیف فرمائی جس پر آپ کے زندیق و ملحد ہونے کا پراپیگنڈا شروع کر دیا گیا چنانچہ علامہ شبلی نعمانی اس کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں :-

”امام صاحب کے مخالفین کے لئے یہ ایک عمدہ دستاویز تھی۔ یہ لوگ سنجر کے دربار میں یہ کتاب لے کر پہنچے اور اس پر زیادہ آب و رنگ چڑھا کر پیش کیا۔ اس کے ساتھ امام صاحب کی اور تصنیفات کے مطالب بھی الٹ پلٹ کر بیان کئے اور دعویٰ کیا کہ غزالی کے عقائد زندیقانہ اور ملحدانہ ہیں“

”الغزالی“ ص ۵۶ مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی
 { ناشر ایم ثناء اللہ خاں - ۲۶ ریلوے روڈ لاہور }
 طبع دوم ۱۹۵۲ء۔

تکفیر کی اس کارروائی کا پس منظر بقول جناب اعجاز الحق قدوسی یہ تھا کہ :-

”امام غزالی کی شہرت ملکوں ملکوں پھیل رہی تھی۔ اس آڑے وقت میں وہ اسلام کی جو خدمت انجام دے رہے تھے وہ بلاشبہ بہت اہم تھی لیکن دُنیا کا دستور ہے کہ سیدھی راہ بتانے والوں اور نیک لوگوں کے کچھ نہ کچھ دشمن ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔ امام غزالی کے بھی کچھ دشمن پیدا ہو گئے یہ دشمن اُس وقت کے بناوٹی پیر اور دُنیا دار عالم تھے جو نیکیوں کی سورت بنا کر اپنا مطلب نکلانے کے لئے بُری باتوں کو دین کا رنگ دے دیتے اور شاہانِ دہشت، اُمراء اور عام لوگوں کو خوش کرنے کے لئے طرح طرح کے دھونڈ بچاتے ہیں۔ امام غزالی نے ایسے بناوٹی پیروں اور دُنیا دار مولویوں کے فریب کے پُرے چاک کر کے رکھ دیئے تھے۔ اپنی کتابوں کے ذریعہ ان کے کرداروں

کو بے نقاب کر دیا تھا اس لئے یہ لوگ ان سے کدورت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو احساس تھا کہ اُن کا اقتدار کم ہو رہا ہے اور اگر کچھ دن یہی حالت رہی اور اسی طرح اسلام کی صحیح ترجمانی کی جاتی رہی تو پھر لوگ اُن کا نام بھی نہ لیں گے۔“

(امام غزالیؒ صفحہ ۴۲ تا ۴۴، ناشر فیروز سنز لاہور)

”غزالی نامہ“ میں لکھا ہے کہ:-

”علی بن یوسف بن تاشقین متولد ۱۱ رجب ۵۴۶ھ متوفی ۱۰ رجب ۵۵۳ھ بادشاہ مغرب یعنی اندلس و مراکش مالکی مذہب پر عامل تھا اور نہایت کٹر اور متعصب، فلسفہ و منطق کا سخت مخالف تھا۔ فقہائے مالکی اور دوسرے دشمنان غزالی نے مشہور کر دیا کہ مؤلفات غزالی سرایا فلسفہ و منطق ہیں علی بن یوسف بن تاشقین نے حکم دیا کہ ”احیاء العلوم“ کے نسخے جہاں ملیں جمع کئے جائیں نیز ان کی دوسری کتابیں بھی فراہم کی جائیں اور ان سب کو نذر آتش کر دیا جائے اور ساری مملکت میں جتنے پیروان غزالی ملیں اور اُن کی تالیفات کو رواج دینے والے دستیاب ہوں ان سب کو ہلاک اور قتل کر دیا جائے۔۔۔۔۔ قاضی عیاض۔۔۔۔۔ جن کی وفات مراکش میں ۵۴۸ھ ہجری میں ہوئی نے علی بن تاشقین کے بعد فتویٰ دیا کہ مؤلفات غزالی کو نذر آتش کر دیا جائے۔۔۔۔۔ ابن حرام مغربی نے کہ جن کا شمار رئیس فقہائے بلاد مغرب میں ہوتا تھا فتویٰ دیا کہ ”احیاء العلوم“ کا پڑھنا حرام ہے اور اُس کے نسخوں کا جلا دینا واجب ہے۔ ۵۵۸ھ میں یافعی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں مؤلفات غزالی پر قیل و قال کا سلسلہ جاری تھا فقہائے ناجیہ جبال نے فتویٰ دیا کہ غزالی کی کتب کا پڑھنا حرام اور ان کا جلا دینا واجب۔“ (غزالی نامہ اردو ترجمہ از مولانا رئیس احمد جعفری ص ۳۶، ۳۷)

خدا کی قدرت اُروج کافر گری جس مقدس امام کا پیدا کردہ اسلامی لٹریچر صفحہ ہستی سے

نیست و نابود کر دینا چاہتی تھی اُس لڑیچ کو حق تعالیٰ نے ایسی مافوق العادوت عظمت بخشی کہ صدیاں گزرنے کے بعد آج چار دہائی عالم میں اُس کی دھوم ہے جو حضرت امام غزالیؒ جیسے پاک نفس اور پاک باطنی بزرگ کے جذبہ خلوص، صبر اور دعاؤں کی کرامات ہے۔

(۲) حضرت امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۸۴ ہجری، وفات ۵۴۶ ہجری) آپ حدیث نبویؐ اور اقوالِ صحابہؓ کے متبحر عالم، تاریخ و نفسیات کے ماہر، نابغہ روزگار متکلم، بہترین ادیب، عظیم فقیہ اور مؤرخ تھے علمِ انساب، نحو، لغت، شعر، طب، منطق اور فلسفہ میں بھی آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ آپ براہِ راست کتاب و سنت سے احکامِ شریعت کا استنباط کرتے تھے۔ یہ چیز علمائے وقت اور فقہائے زمانہ کو سخت ناگوار گزری اور انہوں نے بالاتفاق آپ کے گمراہ ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا چنانچہ ”معجم المؤلفین“ میں لکھا ہے:-

”كَانَ يَسْتَنْبِطُ الْأَحْكَامَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاسْتَقَدَّ كَثِيرًا مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ فَاجْمَعَ هَؤُلَاءِ عَلَى تَضْلِيلِهِ وَحَذَرُوا أَرْبَابَ الْحَيْلِ وَالْحَقْدِ مَرَّةً فِتْنَتِهِ وَنَهَوْا عَوَامَهُمْ مِّنَ الدُّنْيَةِ وَالْآخِذِ عَنْهُ فَأَقْصَى وَطُورًا فَخَرَجَ إِلَى بَادِيَةِ لَبْلَةِ بِالْأَنْدَلُسِ فَتَوَقَّى بِهَا“

(جلد ۱ صفحہ ۱۶ مطبوعہ دمشق)

ترجمہ :- آپ کتاب و سنت سے شرعی احکام کا استنباط کرتے اور علماء اور فقہاء پر بکثرت تنقید کرتے تھے جس پر انہوں نے متفقہ طور پر آپ کو گمراہ قرار دیا۔ اربابِ حکومت و سیاست کو آپ کے ”فتنہ“ سے خبردار کیا اور عوام کو آپ کے قریب آنے اور آپ سے استفادہ کرنے کی ممانعت کر دی اور نہایت بے عزتی سے آپ کو بہت دور شہر بدر کر دیا گیا چنانچہ آپ اندلس کے لبلہ نامی جھکلی کی طرف تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔

چھٹی صدی ہجری

(۱) حضرت غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۷۰ ہجری)

وفات ۵۶۱ ہجری)

آپ صوفیاء کے مشہور و معروف سلسلہ قادریہ کے بانی اور صاحبِ کرامات عالم ربانی تھے۔ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں ”غنیۃ الطالبین“، ”فتوح الغیب“ اور ”بہجۃ الاسرار“ بہت مشہور ہیں۔ ”الفتح الربانی“ آپ کے ملفوظات کا نہایت مختصر افروز مجموعہ ہے۔ اقلیم روحانیت کے اس روحانی بادشاہ کو بھی ہدف تکفیر بنایا گیا۔

کس بچشم یا رصدیقے نہ شد
تا بچشم غیر زندقے نہ شد

مشہور ہے کہ علامہ ابو الفرج عبدالرحمن علی بن جوزی اور اُس کے ہمہوا و وسو علمائے عالم اسلام کی اس برگزیدہ ہستی کے خلاف فتویٰ کفر و یارِ علامہ مذکور کی کتاب ”تلبیس ابلیس“ میں جابجا صوفیاء پر سخت تنقید کی گئی ہے اور حضرت غوثِ اعظمؒ کی شان میں بالواسطہ طور پر اشاروں اور کنایوں سے بڑی گستاخیاں کی گئی ہیں۔

”حالات جناب غوث الاعظمؒ“ میں لکھا ہے :-

”بعض کوتاہ بینوں نے انہیں اہل الضلال والطغیان کے موافق

فتویٰ دے دیا۔“

(صفحہ ۱ مولفہ ابن وسیم، مکتبہ عزیزہ کشمیری بانار لاہور)

(۲) حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۱۳ ہجری، شہادت ۶۲۷ ہجری)

شریعت و طریقت میں یکتا تھے ”تذکرۃ الاولیاء“ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ پر شیعیت کا الزام دے کر بازارِ کافر گری کو زینت دی گئی۔ ناچار آپ نے لوگوں سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔

(”مقدمہ تذکرۃ الاولیاء“ ناشر منزل نقشبندیہ لاہور)

(۳) حضرت علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۲۰ ہجری، وفات ۵۹۵ ہجری) علامہ ابن رشد علم و فضل کے آفتاب تھے فلسفہ، علم الہیات، حکمت، طب اور ریاضی میں امام تھے۔ ان علوم و فنون میں آپ نے چالیس تصانیف کیں جن کے لاطینی اور عبرانی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ یورپ کے فلسفہ جدید کی بنیاد آپ ہی کی تصانیف ہیں علم کے اعتبار سے ارسطو کے بعد ابن رشد کو دوسرا بڑا انسان سمجھا جاتا ہے۔ رُوحِ کافر گری نے اس یگانہ روزگار اور نہایت بالکمالی بزرگ کو بھی معاف نہیں کیا۔

مولانا عبد السلام ندوی آپ کے خلاف کفر و ارتداد کے فتویٰ کا فکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”ابن رشد کے دشمنوں نے اس پر الحاد و بے دینی کا جو الزام لگایا تھا اُس کی بناء پر اس معاملے نے ایک قومی اور مذہبی صورت اختیار کر لی تھی اور اسی حیثیت سے اس پر فرد قرار و دحرم لگائی گئی چنانچہ قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک عام اجتماع ہوا جس میں تمام علماء و فقہاء شریک ہوئے۔ اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ ابن رشد ”مکراہ اور لعنت کا مستوجب ہو گیا ہے۔ اور چونکہ قاضی ابو عبد اللہ بن ابراہیم الاصولی کی بعض باتوں سے بھی اس الحاد و بے دینی کا اظہار ہوا تھا اس لئے وہ بھی حاضر کئے گئے تو سب سے پہلے قاضی ابو عبد اللہ بن مروان نے تقریر کی اور کہا کہ اکثر چیزیں میں نفع و ضرر دونوں ہوتا ہے۔ لیکن جب نفع کا پہلو ضرر کے پہلو پر غالب آ جاتا ہے تو اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ورنہ وہ چیز چھوڑ دی جاتی ہے۔ پس کے بعد خطیب ابو علی بن حجاج نے اعلان کیا کہ یہ تمام لوگ ملحد و بے دین ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کو جلا وطن کیا گیا اور ابن رشد کو بوسینا میں جو قرطبہ کے پاس یہودیوں کی ایک بستی ہے نظر بند کیا گیا کیونکہ بعض لوگوں نے شہادت دی تھی کہ اس کا سلسلہ نسب یہودیوں سے ملتا ہے۔“ (مکمل اسلام)

حصہ دوم صفحہ ۱۲۱، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ)

(۴) حضرت صفوی شعیب بن الحسن المغربي (الودین) رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۵۹۴ ہجری)

آپ اندلس کے ممتاز صفوی تھے۔ علم توحید میں آپ کی کتاب "انس الوحید و نزہۃ المرید" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ بزرگ بھی جناب الہی کی طرف سے روح کافر گری کے امتحان میں ڈالے گئے اور صبر و رضاء کی منازل طے کرنے کے بعد مقبول درگاہ الہی بنے۔ علامہ عبدالوہاب شرانی نے "الیواقیت والجواہر" جلد اول کے صفحہ ۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ اُس وقت کے علماء نے آپ پر زندقہ ہونے کا فتویٰ لگایا۔

(۵) حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۶۰ ہجری،

وفات ۶۳۸ ہجری)

مسلم سپہیں کی جن شخصیتوں نے دنیائے اسلام پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور اذہان و قلوب میں زبردست انقلاب برپا کیا ہے اُن میں آپ سرِ قمرت ہیں۔ حکمت، تصوف، علم کلام، فقہ، تفسیر، ادب اور شعر و سخن کے آپ شہسوار تھے۔ آپ کے قلم سے بے شمار تصانیف نکلے ہیں اور اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت بلند مقام رکھتی ہیں۔ آپ کو بیخبر و اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مسئلہ فیضانِ ختمِ نبوت پر اپنے مکاشفات اور باطنی علوم کی بناء پر نہایت تفصیلی اور فیصلہ کن روشنی ڈالی ہے جو قیامت تک کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ جیسے مجاہدِ اسلام کو بھی کافر سازی کا سختہ مشق بنایا گیا اور اُن کے خلاف کفر و ضلال کے فتوے صادر کئے گئے تھے کہ انہیں کافرِ اعظم تک کہا گیا۔

(ابن عربیؒ) مصنفہ الجاوید نیازی، ناشر فیروز سنز لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۴۳)

اسی پر بس نہیں، مقررین تو آپ کے قتل کی باقاعدہ کوشش بھی کی گئی۔

(انوارِ اولیاء، ص ۲۴۳ مرتبہ مولانا رئیس احمد جعفری)

حضرت ابن عربیؒ اپنے اس آزمائشی دور میں اس درجہ کامیاب نکلے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی دُنیا میں ایسے بزرگ اور صفوی پیدا کر دیئے جنہوں نے آپ کی خدمات کو خراج تحسین ادا کیا

اور اپنی گردنیں ان کے سامنے عقیدت سے جھکا دیں۔ چنانچہ علامہ قطب الدین شیرازیؒ کا قول ہے کہ:-

حضرت شیخ اکبرؒ مشرعیّت و حقیقت دونوں میں کامل اور بے نظیر تھے۔ جو لوگ اُن کے کلام پر طعن کرتے ہیں وہ کیا کریں۔ اُس کو وہ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اور جو کوئی اُن کو بُرا کہتے ہیں تو اُن کو ایسا جانو جیسے وہ لوگ ہیں جو نبیوں کو بُرا کہتے ہیں۔ حضرت امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ امام محی الدین ابن عربیؒ بہت بڑے جلیل القدر ولی اور اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اکبرؒ عارفوں کے مربّی اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ امام ابن سعدی افعیؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت شیخ اکبرؒ کو ولایت عظمیٰ حاصل تھی۔ امام سبکیؒ کہتے ہیں کہ آپ مِنْ آیاتِ اللہ تھے اور اُس زمانہ میں علم و فضل کی گنجی انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سروردیؒ اور حضرت شیخ کمال الدین رحمہما اللہ اُن کے عالی مقام کا اعتراف کرتے تھے اور اُن کی نگاہ میں آپ کا کامل مُحقق اور صاحب کرامات ہونا مسلم تھا۔

”مشاہیر اسلام“ جلد ۱ ص ۱۸۶
 { ناشر: صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤ الدین۔ پنجاب }

(۶) حضرت شیخ الامتراق شہاب الدین سروردی رحمۃ اللہ علیہ (شہادہ ۸۵۰ھ ہجری) آپ کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ عموماً شیخ مقتول اور قتیل اللہ کہلاتے ہیں حلب کے فقہاء کو آپ نے جب بحث و مناظرہ میں بالکل لاجواب کر دیا تو رُوحِ کافر گری حرکت میں آئی اور آپ کا فراور واجب القتل قرار پائے۔ چنانچہ علماء کے فتویٰ پر سلطان صلاح الدین ایوبی کے بیٹے ملک الظاہر نے آپ کو جیل خانے میں ڈال دیا اور آپ کو قلعہ حلب کے قیہ خانہ میں گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔

”معجم المؤلفین“ جلد ۱۳ ص ۱۸۹
 { ”انوار اولیاء“ ص ۱۹۳ و ”حکمائے اسلام“ حصہ دوم ص ۵۵ تا ۵۷ }

سائوین صدی ہجری

(۱) حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۵۲ ہجری)
آپ بلاد مغرب کے رہنے والے مشائخ کبار میں سے تھے۔ آپ پر بھی زندقہ کا الزام لگایا گیا۔
(الایواقیت والجواہر جلد ۱ ص ۱۱)

(۲) حضرت شیخ عیسیٰ بن عبد العزیز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۰ ہجری)
آپ "شجرۃ المعارف" کے مصنف تھے جنہیں دوسرے اہل اللہ کی طرح تکفیر کا نشانہ بنایا گیا۔
(الایواقیت والجواہر جلد ۱ ص ۱۳)

(۳) حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۳۲ ہجری، وفات ۷۵۰ ہجری)
برصغیر پاک و ہند کے نامور صوفی اور سلطان المشائخ تھے۔ حضرت بابا گنج شکر آپ کے
پیر و مرشد اور مشہور شاعر امیر خسرو دہلوی "آپ کے مرید باصفا تھے۔" انوار اولیاء میں
لکھا ہے کہ :-

"شاہی محل کے سامنے زمین پہ فرش بچھایا گیا۔ صدر میں بادشاہ اپنے فوجی افسروں
کے جھرمٹ میں بیٹھا تھا جو سب ہتھیار بند تھے۔ اُس کے دائیں طرف علماء کی صف
تھی جن کے پیچ میں مفتی، اعظم، حاکم، شریع بیٹھے تھے۔ مفتی صاحب نے پوچھا کیا آپ مسلمان
ہیں؟ حضرت نے جواب دیا الحمد للہ میں مسلمان ہوں مفتی نے سوال کیا کیا آپ حنفی
ہیں؟ حضرت نے جواب دیا ہاں! میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں مفتی نے
پوچھا کیا آپ گانا سننے میں؟ حضرت نے جواب دیا ہاں میں گانا سنتا ہوں۔۔۔۔۔
مفتی صاحب نے کہا کوئی دلیل اس طرح گانا سننے کے جواز میں آپ کے پاس ہے؟
حضرت نے فرمایا بخاری شریف میں صحیح حدیث موجود ہے۔ اس کے بعد حضرت نے
وہ حدیث پڑھی جس کا مطلب خواجہ سید محمد امام نے مجھے بتایا کہ حضرت نے یہ
حدیث پڑھی ہے کہ رسول اللہؐ کے سامنے مدینے کے انصار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر
گادہی تھیں اور حضرت اُن کا گانا سن رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں

آگئے اور انہوں نے لڑکیوں کو گانے بجانے سے روکا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ان لڑکیوں کو گانے بجانے سے نہ روکو آج ان کا عید کا دن ہے اور ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔ یہ حدیث سنکر مفتی اعظم نے کہا "تو اب حدیث چہ کار تو کہ مشرب ابو حنیفہ داری قول ابو حنیفہ بیار" ترجمہ: تم کو رسول کی حدیث سے کیا واسطہ تم حنفی ہو اور ابو حنیفہ کا مشرب رکھتے ہو تو ابو حنیفہ کا قول دلیل میں پیش کرو۔

حضرت نے جواب دیا "سبحان اللہ! من کہ قول رسول می آرم تو می گوئی کہ قول اُمتی بیار؟ ابو حنیفہ کہ بود کہ من قول ابو حنیفہ کا قول رسول می آرم؟" ترجمہ: سبحان اللہ! میں رسول اللہ کا قول پیش کرتا ہوں اور تم ایک اُمتی کا قول مانگتے ہو۔ ابو حنیفہ کون تھے جن کا قول رسول کے مقابلے میں پیش کروں۔ جو قوم رسول کے قول کے مقابلے میں ایک اُمتی کا قول مانگتی ہے وہ اس سے نہیں ڈرتی کہ وہ قوم جلا وطن ہو جائے اور قحط میں مبتلا ہو اور شہر برباد و ویران ہو جائے۔

یہ سنکر مفتی اعظم اور شیخ زادہ فرحام نے بادشاہ اور حاضرین کو اشتعال دلانے کے لئے کہا خدا کی پناہ! اس شخص نے حامی شریعت اور ناصر فقہ حنفی بادشاہ کی موجودگی میں امام ابو حنیفہ کی توہین کی ہے اور کہتا ہے ابو حنیفہ کون تھے حالانکہ ابھی اس نے کہا تھا کہ میں حنفی ہوں اور امام ابو حنیفہ کا مقلد ہوں۔ مفتی اعظم کی حکمت کارگر ہوئی اور جتنے علماء اُس کے ساتھ تھے اُن سب نے بگڑ بگڑ کر غصے کے لہجے میں کہنا شروع کیا اس نے امام کی توہین کی ہے اور مجلس میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں یہ شخص مجرم ہے۔ یہ شخص گستاخ ہے۔

کتاب "انوار اولیاء" ص ۲۹۶، ص ۲۹۸

{ در ذکر خواجہ نظام الدین اولیاء، مؤلفہ مد رئیس احمد جعفری مدنی
مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور۔ }

(۴) حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۶۱ ہجری، وفات ۷۲۸ ہجری)
 آپ عالم جلیل اور مجاہد کیرتھے۔ زہد و تقویٰ، علم و فضل اور شجاعت میں یگانہ روزگار
 تھے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک روج کافرگری کے ہاتھوں ستائے گئے اور بالآخر قید و بند کی
 صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے قید خانہ میں ہی انتقال فرما گئے۔ اس اجمال کی تفصیل
 ہمیں علامہ محمد بن شاہر قطبی کی مشہور کتاب "فوات الوفيات" صفحہ ۳۹ و ۴۰ سے یوں ملتی
 ہے کہ علماء و فقراء زمانہ نے یہ خیال کر کے کہ امام ابن تیمیہ ہمارے طریقہ کے خلاف چلتا اور
 ہماری جماعت کو توڑتا ہے۔ ان لوگوں نے آپ کا معاملہ متفقہ کوشش سے حکام تک پہنچایا
 اور ہر ایک نے اپنی فکر آپ کے گھر میں چلائی اور محض نامے تیار کر کے عوام کو بھڑکایا کہ انکو
 اکابر کے پاس جلد لے جائیں۔ آخر آپ دیا مصریہ کے دربار حکومت میں پیش کئے گئے اور
 جاتے ہی قید خانے میں ڈال دیئے گئے اور باندھے گئے۔ گوشہ نشین فقراء اور مدارس کے
 علماء وغیرہ ہر قسم کے لوگوں نے آپ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے مجالس عمل قائم کیں۔
 شیخ الاسلام کے مصائب یہیں تک ختم نہیں ہوئے بلکہ اس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے کئی
 آزمائشوں میں سے آپ کو گزرنا پڑا اور آخر بھر ایک ابتلاء میں سے دوسرے ابتلاء سے
 دوچار ہونا پڑا یہاں تک کہ آپ کا معاملہ ایک قاضی کے سپرد ہوا جس نے آپ کو قید میں
 رکھنے ہی کا فیصلہ دیا یہاں تک کہ قضاے الہی نے قید خانے سے خدا کی آغوش رحمت اور
 جنت میں آپ کو پہنچا دیا۔

"تاریخ اہل حدیث" صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰ از مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
 ناشر: اسلامی پبلشنگ کمپنی اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔
 طبع اول ۱۹۵۳ء۔

مرض الموت میں وزیرِ دمشق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے
 مجھے معاف کر دیا جائے۔ چونکہ امام موصوف یہ سب آزمائشیں محض خدا کے لئے جھیل رہے تھے
 اس لئے آپ نے جواب میں فرمایا میں نے تم کو بھی اور ان تمام لوگوں کو بھی معاف کیا جنہوں
 نے مجھ سے دشمنی کی۔ میرے مخالفین کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں حق پر ہوں۔ میں نے شاہ وقت

ملک ناصر کو بھی معاف کیا جس نے مجھے قید کر رکھا ہے کہ اُس کا یہ فعل اغیار کے بہکائے کے سبب وقوع میں آیا۔ اللہ اللہ! حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوتِ قدسیہ سے کیسے کیسے رحیم و کریم اور شفیق و مہربان شاگرد پیدا کئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(۵) حضرت شمس تیر نیز رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۶۲۵ ہجری) مشہور عالم بزرگ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ آپ ہی کے شاگرد اور مُریدِ باصفات تھے آپ کو محفلِ سماع منعقد کرنے کی پاداش میں کھلم کھلا کافر کہا گیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی کھال کھینچی گئی اور آپ قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔

”مولانا روم“ از امتیاز محمد خان ص ۴، ۵، ناشر: فیروز سنز لاہور
 { ”و“ قاموس المشاہیر“ جلد دوم ص ۲۳، ۲۴۔ }

(۶) حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۰۴ ہجری، وفات ۶۷۲ ہجری) سلسلہ جلالیہ کے بانی ہیں جو روم، شام، مصر، عراق اور عرب وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ جو مقبولِ خاص و عام ہے آپ ہی کی مبارک تصنیف ہے۔ دُنیا ئے اسلام کی یہ بابتِ نازِ شخصیت بھی رُوحِ کافر گری کی یلغار سے بچ نہ سکی حتیٰ کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ جو شخص اُن کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

(ہفت روزہ ”خورشید“ سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۶ کالم ۲)

آٹھویں صدی ہجری

(۱) حضرت امام ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۹۱ ہجری، وفات ۷۵۱ ہجری) آپ نامور مصنف اور ممتاز متکلم اسلام گذرے ہیں۔ آپ کی سوانح میں لکھا ہے:-
 ”آپ کو بھی امام ابنِ تیمیہؒ کی طرح بہت لہذا دی گئی۔ ایک اُونٹ پر سوار کے شہر میں پھرایا گیا۔ بدنِ اقدس پر دُرے مارے جاتے تھے پھر اُستادِ مکرم کے ساتھ اسی قلعہ میں بند کر دیا گیا۔ جرم یہ تھا کہ آپ حضرت ابراہیم خلیلؑ کی

قبر کی زیارت کے لئے شہر رحیل کے قائل نہ تھے۔

”حیات حافظ ابن قیمؒ“ ص ۱۰۷

{ تصنیف عبد العظیم عبد السلام شرف الدین پروفیسر قاہرہ یونیورسٹی
ترجمہ غلام احمد حریری ایم۔ اے۔ }

(۲) حضرت تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۷۲۷ ہجری، وفات ۸۱۷ ہجری)
آپ جیسے بزرگ صوفی، کامل فقیہ، مؤرخ، ادیب پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا جیسا کہ
”الہدایۃ والحواہر“ جلد ۱ ص ۱۵ پر مذکور ہے۔

نویں صدی ہجری

(۱) حضرت مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۸۱۷ ہجری، وفات ۸۹۸ ہجری)
علوم عقلیہ و نقلیہ میں بڑے باہر اور جامع اور عارف کامل تھے۔ آپ کی مولفات بہت
ہیں جن میں شرح کافیہ اور شرح نقایہ مختصر الوقایہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کو بھی تکفیر
کے امتحان میں ڈالا گیا۔

(ہفت روزہ ”خورشید“ سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۳۷ کالم ۳)

(۲) حضرت سید محمد جوہی پوری رحمۃ اللہ علیہ باقی فرقہ مہدویہ (ولادت ۸۴۷ ہجری
وفات ۹۰۲ ہجری)

مشہور ولی کامل تھے جنہوں نے مہدئی دوراں ہونے کا دعویٰ فرمایا جس پر علمائے
ظواہر کی طرف سے آپ پر فتویٰ کفر لگایا گیا۔
مولانا ابوالکلام آزادؒ ”تذکرہ“ میں لکھتے ہیں:-

”اُس زمانہ میں مہدوی فرقہ کا نیا نیا چرچا ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور علماء
دربار کے لئے اِس فرقہ کے قتل و سلب اور تکفیر و تضلیل کا مشغلہ سب سے
زیادہ دلپسند اور کامیاب مشغلہ تھا۔ ان لوگوں کو ہر زمانے میں اپنی وابستگی
و حکمرانی کے لئے فرقہ آرائی اور جنگ و قتالِ مسلمین کا کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور ملتا

چاہیئے۔ اُس وقت کے مناسب حال اس سے بڑھ کر اور کوئی مشغلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ فرقہ سید محمد جونپوریؒ کی طرف منسوب ہے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی ہونے کے مدعی تھے۔

”حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے۔ بعض خواطر و واردات ان پر ایسے گزرے ہیں کہ اُن کے درک و فہم میں در ماندہ و عاجز رہ گئے اور خود اپنے مقام کی نسبت دھوکے میں پڑ گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعویٰ کیا۔ حضرت مجدد صاحبؒ اور مرزا مظہر جان جاناؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ علماء و حق کا تو یہ حال تھا مگر علمائے دین نے اس جماعت کے استیصال پر بکرباندمی اور سید محمد کی نسبت اعتقاد مہدویتہ وغیرہ کو بنیاد تکفیر قرار دیا۔“
(”تذکرہ“ ص ۲۴ تا ص ۶ ملخصاً)

(۳) حضرت شیخ علائی رحمۃ اللہ علیہ (شہادت ۹۵۵ ہجری)

مہدوی طریقے کو بنگال کے مشہور عالم شیخ علائیؒ کے ذریعہ بہت فروغ ہوا اور نراؤں لوگوں نے اس فرقہ کے عقائد اختیار کر لئے۔ مہدوی عقائد کے متعلق شرعی فیصلہ کرنے کے لئے علماء کی ایک مجلس منعقد کی گئی لیکن کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اُس زمانے میں سلیم شاہ مکران تھا اور اُس کے دربار میں مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری کو بڑا رسوخ حاصل تھا۔ مخدوم الملک نے شیخ علائی کے قتل کا فتویٰ دیا اور پھر آپ کو کوڑے مروا کر شہید کرادیا۔
{ ”رو و کوثر“ ص ۲۶ تا ص ۲۹ از شیخ محمد اکرام ایم۔ اے }
{ طبع سوم، ناشر: فیروز سنٹر لاہور۔ }

”منتخب التواریخ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم الملک نے حضرت شیخ علائیؒ کے واجب القتل ہونے کے مقدمات یوں ترتیب دئے ہیں :-

”اِس مبتدع دعویٰ مہدویت نے کند و مہدی خود پادشاہِ رُوئے زمینی خواہد شد و چوں سرخروج دارد واجب القتل است۔“ (”منتخب التواریخ“)

جلد اول میں بحوالہ ”تذکرہ“ از مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۸

دسویں صدی ہجری

(۱) حضرت احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ بھی رُوحِ کافر گری کی ندم ہو گئے۔ فیروز تغلق نے آپ کی شطیحات کی بناء پر بموجب فتویٰ علمائے دہلی شہید کرادیا۔

(”آپ کوثر“ مصنف شیخ محمد اکرام صاحب ص ۴۹۸ حاشیہ)

(۲) حضرت صوفی یارینہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۹۳۲ ہجری، وفات ۹۸۰ ہجری)

آپ کا شمار سرحد کے قدیم صوفیاء میں سے ہوتا ہے۔ آپ جب اپنے اصولوں کی تبلیغ کے لئے پہلی بار پشاور تشریف لائے تو آپ کو گمراہ، بے دین اور بے شرع قرار دیا گیا۔

{ تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۱۲۹، از اعجاز الحق قدوسی }
{ ناشر: مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ }

گیارہویں صدی ہجری

(۱) حضرت مجدد العصر ثانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۹۷۱ ہجری، وفات ۱۰۳۴ ہجری)

آپ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد تھے جنہوں نے زبان و قلم سے بدعتوں کا قلع قمع کرنے کا مسلسل جہاد کیا۔ آپ کے مکتوبات جو کلام و تصوف کے اسرار و رموز کا قیمتی خزانہ ہیں اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت مجدد کو اشاعتِ حق اور اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں جن امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ان میں نمایاں ترین ابتلاء اور امتحان یہ تھا کہ علمائے زمانہ نے جہانگیر کے دربار میں تجبیری کی کہ سرہمند کا ایک مشائخ زادہ ایسے دعوے کرتا ہے جن سے کفر لازم آتا ہے۔

”خوینہ الاصفیاء“ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ بعض علماء نے آپ کے قتل کا فتویٰ بھی

دیا تھا اور آپ کے خلاف ملک میں ایک عام شورش پیدا کر دی گئی اور آپ نے بادشاہ کے فرمان پر تقریباً ایک سال تک قلعہ گوالیار میں قید رہ کر پھر سے سُنّتِ یوسفی کو تازہ کر دیا۔

”رود کوثر“ ص ۲۲۲ تا ص ۲۲۶ اشاعتِ سوم
 { از شیخ محمد اکرام ایم۔ اے، شائع کردہ فیروز سنز لاہور }

(۲) حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰۰۲ ہجری، شہادت ۱۰۷۰ ہجری)
 آپ آرمینیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے۔ جوانی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔
 آپ اپنے تخلص سرمد کے نام سے مشہور ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں ایران سے ہندوستان
 آئے۔ یہاں جذب و جنون طاری ہوا اور غریاں پھرنے لگے۔ سرمد کی مشہور رباعی ہے:

”ہر کس کہ سر حقیقتش باورش شد

او پہن ترا از سپہر نہاں در شد

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد

سرمد گوید بہ احمد در شد“

”تذکرۃ الخیال“ میں ہے کہ اس رباعی پر آپ کو کافر قرار دیا گیا کہ معراجِ حبیبانی
 سے منکر ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے قرارِ داوِ جرم میں اُس وقت اضافہ ہوا جب علماء
 نے آپ سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا مگر سرمد نے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ سے زیادہ نہ پڑھا اور
 کہا کہ ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا جب پہنچوں گا تو
 اِلَّا اللَّهُ بھی کہوں گا۔ علمائے خواہر نے فتویٰ دیا کہ فقط لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا کفر ہے اگر سرمد
 توبہ نہ کرے تو واجبِ اِقتل ہے۔ سرمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو محبتِ الہی میں فانی تھے
 اپنے مسلک سے منحرف ہونے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ دوسرے روز مسجدِ جامع کے سامنے
 مقتل میں لے جائے گئے جلا دسا منے آیا تو ذیل کا شعر پڑھ کر اپنی گردن دکھ دی:

شورے شد و از خوابِ عدم دیدہ کشویم

دیدیم کہ باقی است شبِ فتنہ غنوویم

(رود کوثر ص ۳۹، ۳۹۱ و قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۸۵، ۲۸۶)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے آپ کے دردناک واقعہ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”اسلام کے اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں فقہاء کا قلم ہمیشہ تیغ بے نیام رہا ہے اور ہزاروں حق پرستوں کا خون اُن کے فتوؤں کا دامنگیر ہے۔ اسلام کی تاریخ کو خواہ کہیں سے پڑھو مگر سینکڑوں مثالیں کہتی ہیں کہ بلاشبہ جب خونریزی پہ آتا تھا تو دارالافتاء کا قلم اور سپہ سالار کی تیغ دونوں یکساں طور پر کام کرتے تھے صوفیاء اور ارباب وطن پر منحصر نہیں علمائے شریعت میں سے بھی جو نکتہ میں اسرارِ حقیقت کے قریب ہوئے فقہاء کے ہاتھوں انہیں مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور بالآخر سردے کی نجات پائی۔ سرد بھی اُسی تیغ کا شہید ہے“

{ مشاہیر اسلام“ جلد اول ص ۱۵۱
ناشر: صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤ الدین پنجاب }

(۳) حضرت محمد بن ابراہیم شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۵۰۰ھ ہجری)
یہ بزرگ بھی جو فلسفیانہ مسائل پر کامل دستگاہ رکھتے اور عام فہم اسلوبِ تحریر اختیار کرنے میں اپنی نظیر آپ تھے محض اس ”جزم“ کی پاداش میں کافر قرار پائے کہ آپ کا طرزِ تحریر عام فہم اور سلیس تھا۔
”حکمائے اسلام“ حصہ دوم ص ۳۱۵ مولفہ عبد السلام ندوی

بارہویں صدی ہجری

(۱) حضرت معصوم علی شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۱۵ھ ہجری)

آپ حضرت سید علی رضا دکنی کے مرید اور خلیفہ تھے اور طبقہ صوفیاء میں ایک نئے فرقہ کے بانی بھی۔ آپ کے اور آپ کے فرقہ کے خلاف تکفیر کی ذہنیت نے جو مظاہرہ کیا وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ علماء ظواہر نے علی مراد خاں بادشاہ کے پاس

عوضداشت بھیجی کہ یہ فرقہ اسلام اور سلطنت دونوں کا غدار ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا اس مسدقہ کے بڑے بڑے لوگوں کے ناک اور کان کاٹ ڈالے جائیں اور اسکے تمام پیروؤں کی ڈاڑھیاں مونڈ دی جائیں۔ اس سردارِ شاہی پر حضرت معصوم علی شاہ میرح نہایت بے دردی سے شہید کر دئے گئے۔

(قاموس المشاہیر“ جلد ۲ ص ۲۲۴)

(۲) حضرت حکیم الملک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۲ ہجری وفات ۱۱۷۱ ہجری)

بارھویں صدی کے مُسلّمہ مُجدّد تھے۔ آپ ”پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سرزمین ہندوستان میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اس کے بعد ترجمہ مُشرّحان کی بنیاد پڑی۔۔۔ اگر غور کیا جائے تو یہ اُمتِ مُسلّمہ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔۔۔ لیکن اُس زمانہ کے علماء اُصول بجائے آپ کے ممنون احسان ہونے اور ہمت افزائی کرنے کے آپ کے مخالف بن گئے اور عوام میں آپ کے خلاف شورش برپا کر دی کہ اس طرح یہ شخص لوگوں میں مگر اہی پھیلاتا چاہتا ہے۔ قرآن کا ترجمہ پڑھ کر لوگ بھٹک جائیں گے۔ اس نے دینِ اسلام میں ایک زبردست بدعت کی بنا ڈالی ہے۔ سلفِ صالحین نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ایسا مجرم اور بدعتِ سیئہ کا مُرتکب و واجبِ اغتسل ہے وغیرہ وغیرہ۔ مخالفین نے آپ کے اس فعلِ حَسَن کو محض اپنے عناد اور دشمنی کی بناء پر عجب رنگ چڑھایا۔ بہت سے لوگوں کو آپ کے خلاف ورغایا اور تمام شہر میں اس کے خلاف پر اپنکینڈا کیا حتیٰ کہ ایک مرتبہ عصر کے وقت جب شاہ صاحبِ مسجد فتحپوری سے نکل رہے تھے تو ان معاندین نے چند غنڈوں کو ہمراہ لے کر آپ کو گھیر لیا لیکن آپ کسی طرح بچ کر نکل گئے۔ اس کے بعد یہ مخالفت آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑتی گئی۔

اور آج یہ کیفیت ہے کہ ہم اسی کار نمایاں پر آپ کو ہدیہ تحسین پیش کر رہے ہیں۔“

{ دیباچہ ”البلاغ المبین“ ص ۱۸، ص ۱۹
ناشر: ادارہ تعمیر و تبلیغ دیوبند }

(۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۰ ہجری،

وفات ۱۱۹۵ ہجری)

آپ مشہور صوفی اور شاعر تھے۔ آپ نے ترک دنیا کر کے تصوف اور شعرو ادب کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ آپ کا شمار زبان اردو کے عظیم محسنوں میں ہوتا ہے۔ رُوحِ تکفیر کا انتقام آپ کی شہادت پر مُنتج ہوا اور گولی لگتے ہی آپ کی رُوح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

(رُود کوثر ص ۶۳۷)

(۴) حضرت محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۵ ہجری، وفات ۱۲۰۹ ہجری)

آپ نجد کے عظیم دینی مصلح، انقلاب انگیز مجدد اور وہابی تحریک کے دینی راہنما اور پیشوا تھے۔ قیامِ سنت و توحید میں آپ کے دینی سفر کے ہمیشہ اسلام کی مذہبی تاریخ میں آپ زمرہ سے لکھے جانے کے قابل ہیں مگر افسوس کا فرگر ذہنیت نے اس بطلِ جلیل کو بھی کافروں کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ حضرت محمد بن عبد الوہابؒ کے خلاف حرمِ شریف کے مفتی و امام السید احمد بن زینی کا فتویٰ ”الدر المنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ“ میں درج ہے۔

{ وہابی مذہب کی حقیقت ”مولفہ مولانا محمد عطاء اللہ قادری“
ناشر: قادری کتب خانہ سیالکوٹ ص ۲۱-۲۲ }

تیرھویں صدی ہجری

- (۱) حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۰۱ ہجری، شہادت ۱۲۴۶ ہجری)
 (۲) حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۹۶ ہجری، شہادت ۱۲۴۶ ہجری)
 یہ دونوں بزرگ جو عہدِ وقت تھے بالاکوٹ کی سرزمین میں آسودۂ خواب ہیں۔ مولانا مسعود عالم صاحب ندوی تحریر فرماتے ہیں:-

” قریب تھا کہ سارا پنجاب و سرحد اسلامی نور سے جگمگانے لگتا اور ایک مرتبہ پھر خلافتِ راشدہ کا ٹلی نمونہ دنیا کے سامنے آ جاتا....
 علمائے سوء اور قبر پرستوں نے مجاہدینِ امت پر کفر کے فتوے لگائے۔ خوینوں نے اپنے مُرشد اور محسن سے غداری کی نتیجہ یہ ہوا کہ سید شہید نے بالاکوٹ میں جاہِ شہادت نوش فرمایا۔ مولانا اسماعیل شہید بھی دلی مُراد پا گئے۔
 ایک طرف ان نفوسِ قدسیہ کی یہ قربانیاں اور فداکاریاں ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کے ”قدر شناس“ مسلمانوں کی طرف سے تکفیر و تفسیق کا صد سالہ لڑچکر جو بدایوں سے لے کر مدراس تک پھیلا یا گیا اور اب تک پھیلا جا رہا ہے..... بد نصیبی یہ ہے کہ بد بختوں نے آج تک اللہ کے ان بندوں کو معاف نہیں کیا۔ مشہدِ بالاکوٹ کو آج سو برس سے اوپر ہو چکے ہیں مگر ان پاک ارواح پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری ہے۔“

۱۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید پر ایک فتویٰ:-

” اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور نہ اس کے ارتداد میں اور اس کے مددگاروں کے کفر میں اور ارتداد میں بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور جو اُس کے کفر اور ارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے۔“ (کتاب ”بھونچال برشکیرِ دجال“ ص ۱۸ تا ۲۵) روزہ ”خورشید“ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء (ص ۵)

تقوٰی بر تو اے چسپرخِ گرداں تقوٰی
بالاکوٹ کی تربت میں آرام کرنے والو! تم پر اللہ کی رحمت اور
سلام!

{ "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" صفحہ ۳۸ تا ۴۰ }
{ شائع کردہ مکتبہ نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ - ۱۹۵۲ء }

(۳) حضرت مولوی عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۳۰ ہجری،

وفات ۱۲۹۸ ہجری)

آپ زہد و تقویٰ میں بے مثل بزرگ تھے اور توحید و سنت کی تبلیغ اور
شُرک و بدعت کی تردید میں شمشیر برہنہ تھے اور اسی لئے رُوحِ کافر گری کے ہاتھوں ایک
بلے عرصے تک مصائب و آلام سے دوچار رہے۔ جلا وطن ہوئے۔ امیر دوست محمد خان الٰہی
کابل کے وقت میں ملا مشکی اور ملا نصر اللہ نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا۔ بعد ازاں محمد افضل
خاں اور محمد اعظم خاں کی مرضی سے علماء نے آپ کو دُڑے مارنے اور گدھے پر سوار کر کے
شہر میں پھرانے کا فتویٰ صادر کیا۔ اس تشہیر اور زور و کوب سے فارغ ہوئے تو آپ کو
بیٹوں سمیت قید خانہ میں ڈال دیا گیا مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک تقویٰ کی
باریک راہوں پر گامزن رہے اور کتاب و سنت کی تبلیغ کو شعار بنائے رکھا۔

(تاریخ المحدثین از مولانا میر ابوالہیثم سیالکوٹی ص ۲۴۵ تا ۲۴۷)

(۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۴۸ ہجری،

وفات ۱۲۹۷ ہجری)

آپ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم الشان
دینی و علمی درس گاہ کے بانی تھے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں سے آپ نے کامیاب مناظرے
کئے جس سے پورے برصغیر میں آپ کی دھوم مچ گئی۔ نہایت بلند پایہ لکچر آپ نے
یاوگار چھوڑا جس میں سے "تحذیر الناس" کا مرتبہ علم کلام کی تاریخ میں نہایت بلند
ہے مگر یہی کتاب تکفیر بازی کی جنون خیز ذہنیت کو مشتعل کرنے کا موجب بن گئی اور اسی

کی بناء پر علمائے حرمین شریفین نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

”... تذریہ نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر القاس ہے اور اُس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے :-

”بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“

.... یہ طائفے سب کے سب کافرو مرتد ہیں باجماع امت اسلام

سے خارج ہیں“

(”حُسامُ الْحَرَمِیْنِ عَلٰی مَنَحْرِ الْکُفْرِ وَالْمِیْنِ“ ص ۱۱۳)

اس فتویٰ پر مکہ معظمہ کے مبین اور مدینہ طیبہ کے مبین علماء کرام و مفتیان عظام نے اپنی مہر میں ثبت کیں۔

خاتمہ کلام

گوشہ تیرہ صدیوں کے اُن مقربانِ درگاہِ الہی کا مختصر اور اجمالی ذکر کرنے کے بعد جو کافر گری کی ذہنیت کے امتحان میں مُبتلا کئے گئے اور اپنے مال، عزت و آبرو بلکہ ٹھون کی قربانی دے کر عشقِ الہی کے مقدّس اور پاکیزہ درخت کو سینچتے رہے۔ ہم اس مقالہ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک پُر معارف ارشادِ مبارک پر ختم کرتے ہیں۔ فرمایا:-

”عجیب بات یہ ہے کہ جتنے اہل اللہ گزرے ان میں کوئی بھی تکفیر سے نہیں بچا۔ کیسے کیسے مقدّس اور صاحبِ برکات تھے۔۔۔۔۔ یہ تو کُفر بھی مبارک ہے جو ہمیشہ اولیاء اور خدا تعالیٰ کے مقدّس لوگوں کے حصّہ میں ہی آتا رہا ہے۔“

(انجاء الحکم ۱۸ مئی ۱۹۰۵ء)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ